اداریہ:

سانحہ راولپنڈی اور ہماری ذمہ داریاں

رئیس التحریر مولانا سید نسیم علی شاہ الہاشمی

امسال محرم کی دسویں تاریخ کو عین جمعہ کی نماز کے وقت راولپنڈی کے سنی مسلمانوں پر خصوصاً جب کہ پورے ضلع راولپنڈی کے علاوہ پورے اہل اسلام پر عمومی طور پر ایک قیامت کے بن کر گذری۔ تقریباً چودہ سو سال اسی طرح محرم آتے جاتے رہتے ہیں لیکن حسینی پیروکار اس محرم میں شاید کچھ اور ہی سوچ کر نکلے تھے یا پھر کچھ مخفی عناصر اپنے مذموم کی تکمیل کے لئے حسینیت کے علمبرداروں کے ساتھ گھل مل کر جلوس میں شامل ہو گئے۔

چاہے کچھ بھی ہو اور جیسے بھی ہو لیکن اس دن راولپنڈی کے معروف ترین راجہ بازار میں پچھلے ۷۰ سال سے توحید کی تبلیغ کے لئے مشہور جامعہ تعلیم القرآن میں جو کچھ بھی ہوا، کسی بھی طور مسلمانوں کے لئے برداشت کرنے کے قابل نہیں۔ واقعہ کربلا کی یاد میں ۱۰ محرم پر اہل تشیع ہر سال ایک طے شدہ وقت اور پروگرام کے مطابق پر اپنی رسم ادا کرتے ہوئے گذر جاتے ہیں۔ پاکستان کے دوسرے شہروں کی طرح راولپنڈی کے راجہ بازار سے بھی ہر سال یہ جلوس اپنے روایتی مقررہ وقت سے گذرتا ہوا اپنی منزل پر پہنچ جایا کرتا تھا۔ اس سے پہلے شیڈول کے مطابق ہر سال یہ جلوس سہ پہر چار بجے گذرتا تھا مگر اس بار یہ جلوس ایک بجے سے دو بجے کے دوران یہاں پہنچ چکا تھا اور اتفاق سے اس بار یوم جمعہ بھی تھا جلوس میں بھی ہزاروں لوگ شریک تھے اور دارالعلوم تعلیم القرآن کی مسجد میں بھی معمول کے مطابق ہزاروں لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے دور دراز سے پہنچے تھے۔ دارالعلوم تعلیم القرآن کے نیچے مدینہ مارکیٹ کے نام سے کپڑوں کے تجارت کی بہت بڑی مارکیٹ ہے۔ مارکیٹ کے ۲۰۰ میٹر اندر مدرسہ کے لئے راستہ جاتا ہے اور اسی مدرسے کے گیٹ میں قدیم کتب خانہ قائم ہے۔

جلوس میں شامل کچھ بدبختوں نے اچانک مسجد پر حملہ کیا اور مسجد کے اندر ۱۰ نمازیوں کو کلہاڑیوں کے وار سے انتہائی سفاکی سے شہید کیا اور تقریباً ایک محتاط اندازے کے مطابق ۳۵ سے ۴۰ نمازیوں کو انتہائی بے دردی سے کلہاڑیوں اور چاقو چھریوں کے وار سے زخمی کیا

اس موقع پر مغربی میڈیا کی اصلیت کھل کر سامنے آگئی جو ملالہ پر ایک فرضی حملے پر تو دن رات ایک کر کے کوریج کرتے ہوئے نہیں تھکتا اور نہ ہی کسی فن کار، کھلاڑی یا کسی مغربی کلچر کے حامل فرد کی شادی کے موقع پر لمحہ بہ لمحہ کوریج کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن انتہائی حساسیت کے حامل کے اس واقعہ پر اس کو کوریج کے لئے کوئی خاص وقت نہیں ملا۔ جب سوشل میڈیا پر اس واقعہ کی بازگشت سنائی دی

تب میڈیا والوں کو بھی اپنی حاضری لگانا مناسب سمجھا اور اتنی کورتیج دی کہ یار لوگوں کی زبانیں بند ہو جائیں، ورنہ تو لکھنے کے لئے اس کہانی میں بہت کچھ تھا۔

اس موقع پر پولیس کا کردار اور رویہ انتہائی شرمناک اور قابل افسوس تھا۔ ریجنل پولیس آفیسر نے اس واقعہ کی تحقیقات اور ذمہ داروں کے تعین کے لئے قائم کردہ کمیٹی کے سامنے بیان دیا کہ جس وقت یہ واقعہ رونما ہو رہا تھا اس وقت وہ ایک انتہائی مطلوب شخص کا بذریعہ ہیلی کاپٹر پیچھا کر رہا تھا۔ جب آن جناب سے پوچھا گیا کہ کیا اس شخص کو پکڑا گیا تو محترم نے جواب دیا کہ پتہ نہیں کہ وہ رش میں کہاں غائب ہو گیا۔ جب واقعہ پر موجود ایک پولیس آفیسر کے بارے میں جاننے کی کوشش کی گئی تو وہ اپنے جان بچانے کی فکر میں لگے ہوئے پائے گئے۔

اگر دیکھا جائے تو اس واقعہ میں بنیادی کردار بلوائیوں کے ساتھ ساتھ پولیس کا بھی ہے۔ جب جلوس مقررہ وقت سے پہلے اس جگہ پر پہنچا تو پولیس نے انہیں روکا کیوں نہیں۔ جب بلوائیوں نے فساد پھیلانا شروع کیا تو پولیس نے گولی کیوں نہیں چلائی۔ ہزاروں لوگ مسجد و مارکیٹ پر حملہ آور ہوئے لیکن پولیس نے بجائے روکنے کے بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔

واقعہ کے فوراً بعد وفاق المدارس العربیہ پاکستان، جمعیت علمائے اسلام پاکستان، دفاع پاکستان کونسل، اہل سنت والجماعت پاکستان علماء کونسل اور عالمی تحفظ ختم نبوت کے قائدین موقع پر پہنچ گئے اور حکومت پنجاب اور وزیر داخلہ کے ساتھ ملاقاتیں کیں۔ اس موقع پر مذکورہ بالا تمام قائدین تحسین کے لائق ہے جنہوں نے اپنے کارکنوں کو اس موقع پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنے کی ترغیب دی۔

مذکورہ واقعہ کے پس منظر میں چند باتیں قابل غور ہیں:

- اس جلوس کے راہنما کون تھے؟
- جلوس مقررہ وقت سے پہلے عین جمعہ کے وقت اس مدرسہ کے پاس کیسے پہنچا؟
- کیا جلوس میں شامل لوگ مسلح تھے یا ان کو عین موقع پر اسلحہ فراہم کیا گیا؟
- مارکیٹ میں آگ لگانے کے لئے تیل کس نے فراہم کیا؟
- وہ کون لوگ تھے جو فائر بریگیڈ کو آنے سے منع کر رہے تھے؟

اگر مذکورہ سوالات کا جواب تلاش کیا جائے تو واقعہ کے ذمہ داران کا تعین کوئی مشکل نہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ واقعہ کے ملوث افراد کے خلاف قرار واقعی اقدامات کئے جائیں اور میڈیا کے ذریعے واقعہ میں ملوث افراد کو پوری قوم کے سامنے لائے جائیں۔ تاکہ آئندہ کوئی ایسی مذموم کاروائیوں میں ملوث ہونے کا سوچ بھی نہ سکے۔

حکومت کے ساتھ ساتھ مذہبی قائدین کا بھی یہ فریضہ ہے کہ مذہبی جلسے جلوسوں کے موقع پر اپنے کارکنوں پر کڑی نظر رکھیں اور ایسے عناصر کی جرأت کے ساتھ حوصلہ شکنی کی جائے جو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس پہلو کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے کہ جلوسوں کے گذرنے کے موجودہ راستے انگریزوں کے متعین کردہ ہیں، جس میں ان کے مذموم مقاصد نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا ہے اس لئے اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ آیا ان روایتی راستوں پر جلوسوں کے چلنے سے ہمارے نظریات کی تکمیل ہوتی ہے یا کسی غیر کے بچھائے گئے جال میں پھنسنے کے منصوبہ کو پورا کیا جاتا ہے۔؟